

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

چالیس سال پہلے مولانا کے قلم سے
دکھائی گئی ایک تصویر

امریکہ صدر اوبامہ کے صدارت کے پس منظر میں

ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ

امریکی سیاہ فام نیکرور اہنما قاتل

سیاہ فام نسلوں کے ساتھ امریکیوں کا انسانیت سوز سلوک صدیوں سے جاری تھا کہ ان کے ایک سیاہ فام نیکرور ہنما ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ اس طبقاتی ظلم و جبر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک بڑے جلسہ میں سفید فام امریکیوں نے انہیں بڑی بیدردی سے قتل کیا۔ یہ آج سے چالیس سال پہلے ۱۹۶۸ء کی بات ہے۔ اس دردناک سانحہ پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اسلام کا تیان رنگ و بو کو پاش پاش کرنے کا اپنے مخصوص ساحرانہ انداز میں تعزیتی شذرہ لکھا۔ آج امریکی صدر اوبامہ کی شکل میں مارٹن لوتھر کا خواب کسی طرح پورا ہوتا دکھائی دے رہا ہے یہ شاہکار تحریر نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

امریکہ کے سیاہ فام نیکرور اہنما ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ کو کتنی بیدردی سے قتل کیا گیا، اس لئے کہ اسے خدا نے سیاہ فام پیدا کیا تھا۔ وہ اپنے اور اپنے ہم رنگ ^(۱) وہم نسل انسانوں کے حقوق کا تحفظ چاہتا تھا، ان سیاہ فام انسانوں کے حقوق جنہیں یورپ کے ”سفید بندروں“ نے حیوانات سے بدتر اور حقیر سمجھ رکھا ہے، جن پر ملک کی معاشی راہیں مسدود ہیں، جن کے لئے نصاب تعلیم، تعلیم گاہیں، ہوٹل، بیس اور گاڑیاں تک علیحدہ ہیں، یہاں تک کہ کارخانوں میں ان کے آنے جانے کے راستے تک آگ ہیں اور جن کے ساتھ رشتہ ناطہ بہت بڑا ”پاپ“ سمجھا جاتا ہے۔ یہ سیاہ فام انسان بدترین طبقاتی تفاوت، استحصال، ظلم و جبر اور حقوق کی حق تلفی کا شکار ہیں، اس امریکہ اور یورپ میں جو ”تہذیب و

تمدن“ کی امامت کا مدعی ہے اس امریکہ میں جو اقوام متحدہ کا چوہدری ہے جو انسانی حقوق کی حفاظت کا دعویدار ہے اس امریکہ میں جو ہمیشہ انسانی حقوق کے چارٹر کا ڈھنڈورا پیٹ کر اپنے ظلم و سفاکی اور ذلت کے داغ چھپانا چاہتا ہے اپنے ملک کے باشندوں کے ساتھ بھیڑ بکریوں جیسا سلوک اس دعویدار تہذیب ملک میں ہو رہا ہے جہاں کے سب سے بڑے شہر نیویارک کی بندرگاہ میں ”آزادی کا مجسمہ“ دنیا سے آنے والوں کا استقبال ان الفاظ سے کرتا ہے۔

”اپنے بے کس مصیبت زدہ اور غلام عوام کو ہمارے سپرد کیجئے تاکہ وہ آزادی کی زندگی بسر کر سکیں وہ لوگ جن کا نہ کوئی ٹھکانہ ہے اور نہ کوئی وطن لیجئے میں حاضر ہوں اور سنہری دروازہ کے قریب اپنی مشعل لئے کھڑا ہوں۔“

مگر اُن قول و عمل کے تضاد کی ایسی بھیاں مثال کیا تاریخ کے کسی دوسرے حصہ میں بھی مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں تاریخ میں پہلی بار دھوکہ فریب، جل و تلکس اور عالمی پیمانے کی یہ ”بد معاشی“ صرف یورپ اور مغربی تہذیب ہی کو نصیب ہو سکی ہے جس کے نسلی، علاقائی اور قومی امتیازات سے خود امریکہ اور برطانیہ جل رہا ہے، رہوڈیشیا، مظلوم انسانوں کے خون سے لالہ زار ہے، کینیا، تالاں ہے اور جنوبی افریقہ پوری انسانیت پر ماتم کناں ہے جہاں انسانی خون کی وقعت بول و براز کے برابر بھی نہیں رہی۔ اُن کتنی شوخ چشم اور حیاء سے تہی ہے یہ تہذیب اور کتنے جری ہیں اس کے علمبردار جنہیں اب بھی اپنے آپ پر ناز ہے، کتنی کور چٹھی اور دیدہ دلیری ہے ان گستاخ نگاہوں کی جو اپنی اس ساری شقاوت، درندگی اور ذلت و رسوائی کو تہذیب و تمدن، اخلاق اور انسانی حقوق کی رعایت کا نام دے کر بار بار با رشتہ بھی ہیں تو اس مذہب پر جو حقیقی مساوات کا علمبردار، انسانی حقوق کا نقیب اور پوری کائنات کے لئے رحمت بن کر آیا ہے۔ اور جو ابتداء سے لے کر آج تک احترام انسانیت کا عملی نمونہ پیش کر رہا ہے۔ جس کے بھیجنے والے کا اعلان ہے:

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ترجمہ: بیشک اللہ کے ہاں تم میں زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو“

جس کے پیغمبر ﷺ کا الوادعی پیغام تھا: کلکم بنو آدم من تواب (ابن سعد)

”تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔“

آگے ارشاد فرمایا: لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا للاسود علی الاحمر

ولا للاحمر علی الاسود الا بالعلم والتقوی

ترجمہ: کسی عربی کو عجمی اور کسی عجمی کو عربی پر فضیلت نہیں اور نہ کسی سیاہ فام کو سرخ رنگ والے پر اور سرخ رنگ والے کو سیاہ فام پر فضیلت ہے، مگر علم اور تقویٰ کے لحاظ سے“

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: ولا للابيض علی اسود ترجمہ: ”نہ کسی سفید کو سیاہ فام پر کوئی فضیلت ہے“

یہ اس مذہب کی امامت ہے جس نے ایک سیاہ فام کو انسانیت کی معراج سے نوازا، جنہیں حضور

اقدس ﷺ نے جنت میں اپنے سے آگے آگے چلنے کی بشارت دی اور جب ایک صحابی نے انہیں ”اوجھن کے بیٹے“ کہہ کر پکارا۔ تو حضور ﷺ نے اسے ڈانٹ کر فرمایا: ”تم میں اب بھی جاہلیت کی بو باس باقی ہے“

یہ اس سیاہ فام بلاٹ کی بات ہے جسے اسلامی قلمرو کے سب سے بڑے فرمانروا فاروق اعظمؓ یا سیدنا! ”اے ہمارے سردار“ سے پکارا کرتے تھے۔ اور یہ وہ فاروق اعظمؓ ہیں جن کا جنازہ اپنے علم و فضل کی بدولت ایک عجمی نژاد صہیب رومیؓ نے پڑھایا جبکہ سرخ و سفید رنگ والے کئی جلیل القدر صحابہؓ موجود تھے۔ یہ اس دینِ قیم کی امتیازی شان ہے جس نے والی مصر کے ساتھ ملنے والے وفد کی قیادت ایک ایسے سیاہ فام صحابی حضرت عبادہ بن صامت کو سونپ دی تھی جسے دیکھ کر بادشاہ لرز گیا اور اصرار کرنے لگا کہ دوسرے شخص کو میرے ساتھ گفتگو کے لئے مقرر کر دو مگر مسلمانوں نے والی مصر کی یہ خواہش ٹھکراتے ہوئے کہا کہ چونکہ یہ شخص علم و فضل اور تقویٰ میں ہم سب سے بڑھ کر ہے اس لئے یہی ہمارا امیر ہے۔ نیز فرمایا کہ ہماری فوج میں تو ایک ہزار سے زیادہ ایسے سیاہ فام شخص ہیں۔ یہ اس مذہب کی بات ہے جس نے ہر دور میں عجمی موالی (۱) اور سیاہ فام غلاموں کو دین اور علوم دین میں اجتہاد اور امامت کا منصب عطا فرمایا۔ یہ اس دینِ حنیف کی خصوصیت ہے جس نے ایک بھیجے، لنگڑے، اپاچ اور چوٹی ناک والے سیاہ فام شخص حضرت عطاء بن ابی رباح کے سامنے اجلہ علم و فضل کو سرگوں کر ادیا جن کی وفات کو اہل مدینہ نے ”عافیت سے محرومی“ سمجھا۔ (ما و جلدنا ہ الا کالعافیۃ) جن کے بارہ میں اسلامی سلطنت کے فرمانروا عبدالملک بن مروان موسم حج میں منادی کراتے تھے کہ عطاء کے علاوہ کوئی اور فتویٰ نہ دے وہ عطا جواہل حرمین کا امام اور فقیہ تھا اور جنہیں مسلمانوں کے سب سے بڑے پیشوا ابوحنیفہؒ نے اپنے تمام اساتذہ اور شیوخ سے افضل قرار دیا۔

یہ اس روشن محمدی تہذیب اور عقلی حکمت کی بدستور ہے جس کے ایک خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک سیاہ فام لوٹری کی شکایت پر والی مصر ایوب بن شریل کو مامور کیا کہ میرا خط ملتے ہی تم خود سواری کو خود روانہ ہو جاؤ اور اپنے سامنے اس کے گھر کی دیوار بلند کر دو۔ گورنر نے جا کر بڑی تلاش کے بعد گمناہ لوٹری کا مکان معلوم کیا اور خود اپنی نگرانی میں امیر المؤمنین کی خواہش پوری کی۔

..... ٹھف ہے اس عقل و خرد پر جو اس روشن اور تابندہ تہذیب کی عصر حاضر کی خونی اور ذلیل تہذیب سے کچھ بھی نسبت قائم کرے (۲)۔

(مئی ۱۹۶۸ء)

(۱) اس بارے میں ابن شہاب زہری اور اموی مروانی حکمران عبدالملک بن مروان کا تاریخی مکالمہ جس کو مولانا مناظر احسن گیلانی نے تدوین حدیث ص ۱۲۹ پر ذکر کیا ہے انتہائی دلچسپ ہے۔

(۲) یورپی استعمار اور اس کی تہذیب پر مولانا نے جس حد تک اندازے سے تشریح کی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ (ادارہ)